پروفیسر محمد اسلم

اورنگ زیب کی تخت نشینی میں علما و مشائخ کا کردار

شاہجہان کی جانشینی کے لیے اس کے بیٹوں میں جنگ ناگزیر تھی اس لیے وہ حصولِ تخت کے لیے امرا اور عوام کی حمایت حاصل کرنے میں کوشاں تھے۔ تخت نشینی کے لیے جنگ اورنگ زیب اور داراشکوہ کے درمیان نہ تھی بلکہ اصل معرکہ راسخ العقیدہ اور آزاد خیال مسلمانوں، شریعت اور آزاد تصوف وحدت الشہود اور وحدت الوجود، پابند شریعت نقشبندیوں اور آزاد مسلک صوفیوں، تقلید سلف اور اجتہاد ذاتی، اور حضرت مجدد الف ثانیؒ اور دوسرے دام کے نظریات کے درمیان تھا۔ اگر اورنگ زیب اول الذکر گروہوں کا نمائندہ تھا تو داراشکوہ مؤخر الذکر گروہوں کا علمبردار تھا۔ ساموگڑھ کی جنگ حصولِ تخت کے لیے نہیں بلکہ ہندوستان کے آئندہ شاہنشاہ کی مذہبی حکمتِ عملی کا فیصلہ کرنے کے لیے لڑی گئی۔

اورنگ زیب کے سوانح نگار فاروقی کے خیال میں ہندو، اکبر جیسا شخص تخت پر دیکھنا چاہتے تھے اور مسلمان اس کوشش میں تھے کہ وہ کسی نہ کسی طرح ایسے حادثہ سے دوچار ہونے سے بچ جائیں[۱] ۔ اس لیے فطری طور پر ہندوؤں نے داراشکوہ کی حمایت کی اور راسخ العقیدہ مسلمانوں نے اورنگ زیب کا ساتھ دیا۔ کیونکہ "وہ راسخ العقیدہ اور پابندِ شریعت مسلمان تھا"[۲]۔ مشہور مستشرق لین پول رقمطراز ہیں کہ اسلام کی خدمت کے لیے اورنگ زیب بڑا متشدد اور سخت گیر نظر آتا ہے۔ اس نے بڑی سختی اور جرأت کے ساتھ اگر ایک طرف اکبر اور داراشکوہ کے وحدت الوجودی نظریات کے خلاف ردعمل شروع کیا تو دوسری طرف جہانگیر کی "نا و نوش" اور شاہجہان کی "عیش کوش" پالیسی کے خلاف جنگ لڑی[۳]۔

جب داراشکوہ کے کفر و الحاد کی خبریں عوام کے کانوں تک پہنچیں تو قدرتی طور پر اس کا فائدہ اورنگ زیب کو پہنچا۔ شاہجہان کے وزیر اعظم نواب سعد اللہ خاں نے بھی اورنگ زیب کی حمایت پر

کمر باندھی اور متعدد بار اس نے بھرے دربار میں اورنگ زیب کی حمایت کی اور اس وجہ سے اس نے دارا شکوہ کی ناراضگی مول لی۔ جب نواب سعد اللہ خاں نے اچانک وفات پائی تو بعض لوگوں نے دارا شکوہ پر زہر خورانی کا الزام بھی لگایا[۵۶]۔ شاہجہان کے راسخ العقیدہ درباری امراء نے بھی دارا شکوہ کے مقابلہ میں اورنگ زیب کی حمایت کی[۵۷]۔

اورنگ زیب حضرت مجدد الف ثانیؒ کے صاحبزادے خواجہ محمد معصوم سرہندیؒ کا بڑا معتقد تھا[۵۸]۔ ان کے علاوہ ان کے بھائیوں اور بیٹوں کا بھی بڑا لحاظ کرتا تھا۔ اورنگ زیب کی تخت نشینی کے فوراً بعد خواجہ محمد معصومؒ اور ان کے برادر بزرگ حضرت محمد سعید دربار شاہی میں بلائے گئے۔ اورنگ زیب نے ان کی خدمت میں تین سو طلائی مہریں پیش کیں[۵۹]۔ اس کے بعد بھی اورنگ زیب نے متعدد موقعوں پر خواجہ صاحب کو اپنے دربار میں بلایا اور ہر بار ان سے بڑی عقیدت کے ساتھ پیش آیا[۵۸]۔ ان کے صاحبزادوں کی بھی دربار شاہی میں بڑی عزت کی جاتی تھی[۹]۔ مرآت العالم کے مصنف کے بیان کے مطابق اورنگزیب نے اپنے چوتھے سال جلوس میں حضرت محمد سعید کو دربار شاہی میں بلایا اور ان کی بڑی تعظیم کی[۱۰]۔ ان کی باریابی کے بعد ان کے صاحبزادے شیخ عبدالاحد اور شیخ محمد فرخ بھی اورنگ زیب سے ملے اور رخصت کے وقت بادشاہ نے ان کی خدمت میں بڑے قیمتی تحائف پیش کیے[۱۱]۔ حضرت مجدد الف ثانیؒ کے سب سے چھوٹے صاحبزادے شیخ محمد یحییٰ سے بھی اورنگ زیب کی اکثر ملاقات رہتی تھی اور وہ ہمیشہ انہیں نقد اور تحائف دیا کرتا تھا[۱۲]۔

اورنگ زیب دہلی سے لاہور جاتے اور واپس آتے وقت سرہند میں خواجہ محمد معصوم اور خاندان مجدد کے دیگر افراد سے ملا کرتا تھا۔ عہد عالمگیری کے ایک ہندو مؤرخ ایشر داس نے اورنگ زیب کے اٹھارویں سال جلوس کے واقعات میں خانقاہِ مجددیہ کے قریب تولکھا باغ میں بادشاہ کے قیام کا ذکر کیا ہے[۱۳]۔ اورنگ زیب نے خواجہ محمد معصوم سے متعدد بار استدعا کی کہ وہ سفر و حضر میں ان کے ساتھ رہا کریں، لیکن انھوں نے اپنے والد بزرگوار کی نصیحت کے مطابق بادشاہ کے ساتھ رہنا پسند نہیں فرمایا[۱۴]۔ آپ نے اپنی جگہ اپنے ایک فرزند سیف الدین کو دہلی بھیج دیا جہاں وہ بقول محمد ساقی مستعد خاں قلعہ کے اندر شاہی محل کے جوار میں رہنے لگے۔ اکثر ایسا ہوتا کہ بادشاہ کاروبار سلطنت سے فارغ ہو کر رات گئے آپ کی خدمت میں حاضر ہوتا اور آپ کی صحبت سے فیض یاب ہوتا[۱۵]۔ مآثر عالمگیری میں ایسی ہی

ایک صحبت کی تفصیل درج ہے جس سے معلوم ہوتا ہے کہ اورنگ زیب حضرت سیف الدین سے "توجہ" لیا کرتا تھا اور ان کی نگرانی میں منازل سلوک طے کیا کرتا تھا۔[۱۶] تھوڑے ہی عرصہ میں بادشاہ نے سلوک کی کئی منازل طے کر لیں۔ سیف الدین نے اپنے والد مکرم کے نام ایک خط میں بڑی مسرت کے ساتھ اس بات کا ذکر کیا ہے۔ اس کے جواب میں خواجہ صاحب نے جو کچھ اپنے فرزند دلبند کے نام تحریر فرمایا ہے وہ ان کے مکتوبات میں موجود ہے۔[۱۷] خواجہ صاحب نے اپنے مکتوب میں خدا کا شکر ادا کیا ہے جس نے بادشاہ کو روحانی مراتب عطا فرمائے ہیں۔ اس خط سے یہ بھی ظاہر ہوتا ہے کہ بادشاہ کو "فنا قلبی" کا مقام حاصل ہو چکا تھا۔ جو ولایت میں ایک اعلیٰ مقام سمجھا جاتا ہے۔

اورنگ زیب نے اپنے بارھویں سال جلوس میں اپنے بیٹے محمد اعظم کی شادی کی تو اس تقریب میں جو علماء اور مشائخ موجود تھے ان میں حضرت سیف الدین کا نام نامی بھی آتا ہے۔[۱۸] اورنگ زیب کے دل میں سیف الدین کے برادر بزرگ اور خواجہ محمد معصومؒ کے جانشین، خواجہ محمد نقشبندؒ کی بڑی عزت تھی ۱۰۹۷ ہجری میں آپ بادشاہ کے ساتھ موجود تھے۔[۱۹] اس واقعہ کے دو سال بعد بادشاہ کے حکم سے خواجہ محمد نقشبندؒ کے صاحبزادے محمد عمرؒ کی شادی ابو الحسن تاناشاہ کی بیٹی کے ساتھ ہوئی۔[۲۰] اگر روضۃ القیومیہ کی روایت پر اعتماد کیا جائے تو ماننا پڑے گا کہ خواجہ محمد معصومؒ کے صاحبزادے محمد اشرف اور بھتیجے شیخ سعد الدین اورنگ زیب کے زمانہ شہزادگی میں اس کے ساتھ دکن میں مقیم تھے،[۲۱] اور جب اورنگ زیب داراشکوہ کے مقابلہ پر نکلا تو محمد اشرف اس کی فوج میں شریک تھے۔[۲۲]

حضرت سیف الدین نے بادشاہ کے ساتھ رہ کر ترویج شریعت اور احیائے سنت کے لیے جو جدوجہد کی تھی اس بنا پر نقشبندی حلقوں میں آپ کو محی السنت کے نام سے یاد کیا جاتا ہے۔[۲۳] میری ناقص رائے میں یہ خاندان مجددیہ ہی تھا جس نے اورنگ زیب کو محی الدین بنایا۔

جیسا کہ سبھی جانتے ہیں حضرت مجدد الف ثانیؒ کے بعد ان کے تیسرے صاحبزادے خواجہ محمد معصومؒ ان کے جانشین ہوئے۔ آپ اپنی علمیت، تقویٰ اور پرہیزگاری کی وجہ سے عوام میں بے حد مقبول تھے۔ اپنے والد کی طرح آپ بھی عمر بھر ترویج شریعت اور احیائے سنت کے لیے کوشاں رہے۔ آپ کی اپنے مریدوں کو ہمیشہ یہی نصیحت ہوا کرتی تھی کہ وہ حتی الوسع سرور کائنات صلی اللہ علیہ وسلم کے نقش قدم پر چلیں۔[۲۴] اپنے ایک مکتوب میں آپ ایک مخلص مرید مولانا محمد حنیف کے نام تحریر فرماتے ہیں کہ ایک صوفی کے لیے

یہ ممکن نہیں کہ وہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی پیروی کیے بغیر اپنے مقصود تک پہنچے۔[۲۵] اسی طرح آپ اپنے ایک دوسرے مرید محمد صدیق کو ایک خط میں تحریر فرماتے ہیں کہ جو شخص حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی ایک مردہ سنت کو زندہ کرتا ہے اسے قیامت کے دن سو شہیدوں کے برابر ثواب دیا جائے گا۔[۲۶] حضرت مجدد صاحب کی طرح خواجہ محمد معصوم رح نے بھی اپنے مکتوبات میں ترویج شریعت اور احیائے سنت پر بہت زور دیا ہے۔

جب دارا شکوہ نے ہندوؤں کی مذہبی کتابوں سے اپنی دلچسپی ظاہر کی اور ان کے ترجمہ اور نشر و اشاعت میں سرگرمی دکھانے کے علاوہ ہندوؤں کے اکثر عقائد بھی اپنا لیے تو مذہبی طبقوں میں اس کے خلاف ردعمل پیدا ہوا اور وہ دارا شکوہ کے اثر و رسوخ کو ختم کرنا اپنا فرض اولیں سمجھنے لگے۔ اس موقعہ پر خواجہ محمد معصوم حسن علی کے نام ایک خط میں تحریر فرماتے ہیں: "برادر عزیز! آپ اپنی آنکھوں سے دیکھ رہے ہیں کہ ان دنوں بدعات عام ہوتی جا رہی ہیں اور سنت پس پشت ڈالی جا رہی ہے۔ اس تاریک زمانے میں فوری اور اہم ترین کام علوم شریعت کی تحصیل اور ان کی نشر و اشاعت ہے۔ اسی طرح ترویج شریعت اور احیائے سنت نبوی بھی بڑی اہمیت رکھتے ہیں۔ اس لیے آپ کو چاہیے کہ آپ علوم شریعت کی نشر و اشاعت اور احیائے سنت کے لیے بڑھ چڑھ کر کوشش کریں۔"[۲۷] اسی طرح اپنے ایک مکتوب میں آپ مولانا جمال الدین کو نصیحت فرماتے ہیں کہ وہ پوری تندہی سے ترویج شریعت اور احیائے سنت کے لیے کام کریں۔[۲۸]

ان امثال سے یہ بات واضح ہو جاتی ہے کہ خواجہ صاحب ترویج شریعت اور احیائے سنت کے لیے کس قدر کوشاں رہتے تھے۔ مفتی غلام سرور کے قول کے مطابق آپ کے سات ہزار کے قریب خلفا اور نو لاکھ کے قریب مرید مغلیہ سلطنت کے طول و عرض میں پھیلے ہوئے تھے جو اپنے اپنے دائرۂ اثر میں اپنے پیر و مرشد کے مشن کی تکمیل میں دل و جان سے لگے رہتے تھے۔[۲۹] محمد اعظم دیدہ مری کی روایت کے مطابق عالمگیری فوج میں بھی آپ کے خلفا موجود تھے۔[۳۰] مناقب الحضرات کی روایت کے مطابق سینکڑوں کی تعداد میں خوانین اور امرا آپ کے حلقۂ ارادت میں شامل تھے جو گاہے گاہے آپ سے ملتے رہتے تھے۔[۳۱] علاوہ ازیں علما اور طلبا کا ایک جم غفیر ہمہ اوقات آپ کی خدمت میں حاضر رہتا تھا۔[۳۲]

معتبر روایات کے مطابق خواجہ محمد معصوم کے نو لاکھ کے قریب مرید تھے جن میں سے سات ہزار کو خرقۂ خلافت عطا ہوا تھا۔[۳۳] شیخ محمد بقا رقمطراز ہیں کہ عہد عالمگیری میں ملک کے طول و عرض میں آپ کے

بے شمار مرید پھیلے ہوئے تھے۔[۳۴] مغلیہ حکومت کے دائرۂ اختیار سے باہر بھی آپ کے مریدوں کی کافی بڑی تعداد آباد تھی۔ جب آپ حج بیت اللہ کے لیے حجاز تشریف لے گئے تو وہاں بے شمار لوگوں نے آپ کے دست مبارک پر بیعت کی۔[۳۵] علاوہ ازیں آپ نے محمد صدیق بخاری کو خرقہ خلافت دے کر حرمین شریفین میں سلسلہ عالیہ نقشبندیہ کی ترویج کے لیے بھیجا تھا۔[۳۶]

خواجہ محمد معصومؒ اور شیخ آدم بنوریؒ کے مریدوں کی اس قدر تعداد باعث تعجب نہیں۔ صرف اتنی سی بات ذہن میں رکھنی کافی ہے کہ حضرت مجدد الف ثانی کی تعلیمات عام ہو رہی تھیں اور ان کا سلسلہ اندرون اور بیرون ملک آکاس بیل کی طرح پھیل رہا تھا۔ ان ایام میں جب ہندوستان کا شاہنشاہ اپنے دار الحکومت میں تخت طاؤس پر بیٹھ کر وسط ایشیا پر اپنا تسلط قائم رکھنے میں ناکام رہا، سرہند اور بنور کے بوریہ نشین فقیر وسط ایشیا کے دلوں پر حکومت کر رہے تھے۔ اس کا اندازہ خواجہ محمد معصوم اور شیخ آدم بنوری کے خلفا کی فہرستیں دیکھ کر لگایا جا سکتا ہے جن میں اکثر و بیشتر ماوراء النہریوں کے ہیں۔

اورنگ زیب اپنے عنفوان شباب ہی میں حضرت مجدد الف ثانی کی تعلیمات سے متاثر ہو چکا تھا اور اس نے ان کے جانشین خواجہ محمد معصوم کے ساتھ تعلقات قائم کر لیے تھے۔ زمانہ شہزادگی میں اس کی خط و کتابت اکثر خواجہ صاحب سے رہتی تھی۔ خواجہ صاحب کے مکتوبات میں ایسے مکاتیب موجود ہیں جو "شاہزادۂ دین پناہ" کے نام لکھے گئے تھے۔[۳۷] جب خواجہ صاحب حج بیت اللہ کے ارادہ سے سورت روانہ ہوئے تو اورنگ زیب ان دنوں دکن میں مقیم تھا۔ اس نے اس موقعہ پر آپ کی ملاقات کو غنیمت جانا اور نربدا عبور کر کے آپ سے ملنے آیا اور آپ کی دعائیں حاصل کیں۔[۳۸] مفتی غلام سرور کی روایت کے مطابق آپ نے مدینہ منورہ میں روضۂ رسولؐ پر اورنگ زیب کی کامیابی کے لیے دعا کی۔[۳۹]
"شاہزادۂ دین پناہ" کے نام ایک مکتوب میں خواجہ صاحب اسے جہاد شروع کرنے کا مشورہ دیتے ہوئے یہ بتاتے ہیں کہ اللہ کی راہ میں ایک گھڑی کا جہاد حرم مکہ میں حجر اسود کے پاس لیلۃ القدر کے قیام سے افضل ہے۔[۴۰]

جب اورنگ زیب برہان پور سے فوج لے کر نکلا تو خواجہ صاحب نے اسے ایک خط ارسال کیا جس میں اسے دار الحکومت پر فوج کشی پر تحسین پیش کی۔ اسی مکتوب میں آپ اسے حضورؐ کی ایک حدیث

یاد دلاتے ہیں جس میں انھوں نے اللہ کی راہ میں جہاد کرنے والے مجاہدوں کو اجرعظیم کی بشارت دی ہے۔[۴۱] اس مکتوب سے ایک بات واضح ہوجاتی ہے کہ خواجہ محمد معصوم داراشکوہ کے خلاف اورنگ زیب کی یلغار کو محض تخت نشینی کے لیے شاہزادوں کی جنگ نہیں بلکہ جہاد سمجھتے تھے۔

سطور بالا سے یہ بات عیاں ہوجاتی ہے کہ داراشکوہ کے خلاف فوج کشی میں حضرت مجدد الف ثانیؒ کے خاندان اور ان کے عقیدت مندوں کی ہمدردیاں اورنگ زیب کے ساتھ تھیں۔

داراشکوہ کے مقابلہ پر "جسے اورنگ زیب رئیس الملاحدہ، ملحدِ نامقبول اور ملحد نکو سیدہ خیال کیا کرتا تھا"[۴۲] نکلنے سے پہلے اورنگ زیب نے ایک ماہ برہان پور میں فوجی تیاریوں میں بسر کیا۔[۴۳] یہ شہر ان دنوں مغلیہ سلطنت کے آباد ترین شہروں میں شمار ہوتا تھا اور عوام اسے دارالسرور کہا کرتے تھے۔[۴۴] یہ شہر نقشبندیوں کی سرگرمیوں کا مرکز تھا۔ حضرت مجدد الف ثانیؒ نے اپنے خلیفۂ اول میر محمد نعمان کو نقشبندیہ سلسلہ کی ترویج کے لیے برہان پور بھیجا تھا۔[۴۵] ان کے اکبرآباد منتقل ہوجانے کے بعد آپ نے خواجہ محمد ہاشم کشمیؒ کو وہاں بھیجا۔[۴۶] خواجہ صاحب کے "شہزادہائے عالی مرتبہ" کے ساتھ بڑے خوشگوار تعلقات تھے اور ان کی [illegible] رہائش پر آپ نے متعدد غزلیں کہی تھیں جو ان کے دیوان میں موجود ہیں۔[۴۷] مجدد الف ثانیؒ کے بعد یہ شہر خواجہ محمد معصوم کی توجہ کا بھی مرکز رہا اور آپ نے اپنے متعدد خلفا کو عوام کی رشد و ہدایت کے لیے برہان پور روانہ فرمایا۔ ان خلفا میں سے ابوالمظفر صوفی نے بڑا نام پایا۔ سید امام الدین کے قول کے مطابق صوفی صاحب برہان پور کے عوام میں بہت مقبول ہوئے اور بے شمار لوگ آپ کے حلقۂ ارادت میں داخل ہوئے۔[۴۸] نقشبندیوں کے علاوہ دیگر سلاسل کے جو بزرگ برہان پور میں رہائش پذیر تھے انھوں نے بھی اورنگ زیب کی حمایت کا اعلان کیا۔[۴۹]

اورنگ زیب کی تعلیم و تربیت اس دور کے بڑے جید اور دیندار علما کی نگرانی میں ہوئی تھی اور وہ سب کے سب اپنے علم و تقویٰ کی بنا پر عوام میں بے حد مقبول تھے اور فطری طور پر انھوں نے دارا جیسے ملحد کے خلاف فوج کشی میں اورنگ زیب کا ساتھ دیا۔ منوچی لکھتا ہے کہ اورنگ زیب کا ایک استاد شیخ میرک خوافی ۱۶۵۹ء میں اجمیر کے قریب داراشکوہ کے خلاف لڑتا ہوا میدانِ کارزار میں کام آیا۔[۵۰]

شیخ آدم بنوری نے اپنی وفات سے کافی عرصہ پہلے اپنے مریدوں کو [illegible] زیب کی حمایت

کرنے کی نصیحت فرمائی تھی[۵۱] شاہ نعمت اللہ ولی کے اخلاف میں سے خلیل اللہ خاں نے اپنے ساتھیوں سمیت جنگ تخت نشینی میں اورنگ زیب کی حمایت کی۔[۵۲] قصور کے افغانوں نے شیخ آدم بنوری کے خلیفہ شیخ عبدالخالق کی خدمت میں استدعا کی کہ وہ اورنگ زیب کی کامیابی کے لیے دعا فرمائیں۔[۵۳] ان امثال سے یہ واضح ہوتا ہے کہ اس جنگ میں نقشبندیوں کا عام رجحان اورنگ زیب کی طرف تھا۔

شیخ شہاب الدین عمر سہروردیؒ کے اخلاف میں سے شیخ الاسلام خواجہ عابد جن کا شمار ماوراءالنہر کے جید علما میں ہوتا تھا، اورنگ زیب کی حمایت میں داراشکوہ کے خلاف لڑے۔ دارا کی شکست کے فوراً بعد اورنگ زیب نے انھیں سہ ہزاری ذات اور پانصد سوار کا منصب اور "خان" کا خطاب عطا کیا۔[۵۴] جب دوبارہ داراشکوہ اور راجہ جسونت سنگھ اورنگ زیب کے مقابلہ میں نکلے تو اس جنگ میں بھی خواجہ عابد نے اپنی بہادری کے جوہر دکھائے۔ اورنگ زیب نے اس بار انھیں ترقی دے کر چہار ہزاری ذات اور ہفت صد سوار کا منصب عطا کیا۔ چوتھے سال جلوس میں اورنگ زیب نے انھیں صدر کے عہدہ پر فائز کیا۔ اس کے [illegible]ال بعد آپ اجمیر کے گورنر بنے اور چند سال بعد آپ کا ملتان تبادلہ ہو گیا۔[۵۵] چوبیسویں سال [illegible]ں میں اورنگ زیب نے رضوی خاں کی جگہ خواجہ عابد کو "صدر کل ہندوستان" بنایا۔[۵۶]

شہرۂ آفاق محدث شیخ طاہر پٹنیؒ کے پوتے شیخ عبدالوہاب سے زمانۂ شہزادگی میں اورنگ زیب کی راہ و رسم تھی۔[۵۷] جب اورنگ زیب برہان پور سے داراشکوہ کے مقابلہ کے لیے نکلا تو شیخ عبدالوہاب نے فتویٰ جاری کیا کہ شاہجہان بیماری اور ضعف کی بنا پر کاروبار سلطنت چلانے سے معذور ہے اس لیے اورنگ زیب کی دارالحکومت پر فوج کشی شرعاً جائز ہے۔[۵۸] اورنگ زیب کی تخت نشینی کے فوراً بعد اس صلہ میں آپ کو قاضی عسکر کے عہدہ پر فائز کیا گیا۔[۵۹]

اس طرح برہان پور کے ملا قطب ہانسی کے ساتھ بھی اورنگ زیب کے بڑے عمدہ مراسم تھے۔ انھوں نے بھی اس مہم میں اورنگ زیب کی دل و جان سے مدد کی جس کے صلہ میں اورنگ زیب نے تخت نشین ہوتے ہی انھیں ایک گاؤں بطور جاگیر اور چار لاکھ دام نقد عطا کیے۔[۶۰]

مسلمانوں کے دیندار اور دینی حمیت رکھنے والے طبقہ نے دل و جان کے ساتھ اس جنگ

میں اورنگ زیب کا ساتھ دیا کیونکہ وہ حصول تخت کے لیے ان کا نمائندہ تھا۔ مشہور ہندو مورخ رائے چودھری رقمطراز ہے کہ اورنگ زیب نے "مذہب خطرہ میں ہے" کا نعرہ لگایا جو بڑا سودمند ثابت ہوا اور اس طرح اس نے اپنا سیاسی مقصد حاصل کیا۔[61] فاروقی صاحب کے خیال میں اورنگ زیب کی تخت نشینی پر دیندار طبقوں میں بڑی مسرت کا اظہار کیا گیا اور لوگ اسے نجات دہندہ سمجھنے لگے کیونکہ انھیں یہ اندیشہ دامنگیر تھا کہ داراشکوہ کی کامیابی سے اکبر کا زمانہ واپس لوٹ آئے گا۔[62]

تخت نشینی کے بعد بھی اورنگ زیب نے خواجہ محمد معصوم کے ساتھ اپنے تعلقات قائم رکھے۔[63] اور بسا اوقات وہ مذہبی امور میں ان سے مشورہ لیا کرتا تھا۔ خواجہ صاحب کے بعض مکتوبات سے بھی اس امر کا ثبوت ملتا ہے کہ وہ مذہبی امور میں ان کی ہدایات کا منتظر رہتا تھا۔ ایسا معلوم ہوتا ہے کہ خواجہ صاحب بھی اورنگ زیب کی پالیسی سے متفق تھے اور اس کے لیے اکثر دعا کیا کرتے تھے۔[64] اورنگ زیب نے اپنے دور حکومت میں اکبر اور دارا کی جاری کردہ بدعات کو ختم کرنے کی دل و جان سے کوشش کی اور اس طرح اس نے حضرت مجدد الف ثانیؒ اور خواجہ محمد معصومؒ کے مشن کو پایہ تکمیل تک پہنچایا۔

حوالے:

۵۱ فاروقی ظہیر الدین، اورنگ زیب اینڈ ہز ٹائمز، مطبوعہ بمبئی ۱۹۵۵، ص ۲۸۔

۵۲ لین پول، اسٹانلی، اے شارٹ ہسٹری آف انڈیا ان دی مڈل ایجز، مطبوعہ بمبئی ۱۹۱۷، ص ۱۱۱

۵۳ ایضاً

۵۴ یار محمد خاں، دی پولیٹیکل ریلیشنز آف دی مغلز وِد دی دکن سٹیٹس، مخطوطہ لندن یونیورسٹی لائبریری، ص ۲۵۱

۵۵ فاروقی، اورنگ زیب اینڈ ہز ٹائمز، ص ۶

۵۶ (i) یوسف حسین، گلمپسز آف دی مڈیول انڈین کلچر، مطبوعہ بمبئی ۱۹۵۷، ص ۵۹ (ii) مفتی غلام سرور، خزینۃ الاصفیاء، مطبوعہ کانپور ۱۹۰۲، جلد اول، ص ۶۴۰

۵۷ (i) ابوالفتح، آداب عالمگیری، قلمی نسخہ انڈیا آفس لائبریری لندن، ایتھے ۳۱۷، ورق ۱۳۲ ب (ii) محمد کاظم، عالمگیر نامہ، مطبوعہ کلکتہ ۱۸۶۸، ص ۲۹۳

۵۸ محمد بقا، مرأت العالم، مخطوطہ انڈیا آفس لائبریری لندن، ایتھے ۱۲۴، ورق ۵۴۵ ب ۔ ۵۹ ایضاً ۔
۶۰ ایضاً ۶۱ ایضاً ۶۲ ایضاً

۶۳ ایشر داس، فتوحات عالمگیری، مخطوطہ برٹش میوزیم لندن، نمبر ایڈیشنل ۲۳۸۸۴، ورق ۷۲ الف

۶۴ (i) مفتی غلام سرور، خزینۃ الاصفیاء، جلد اول، ص ۶۴۰ (ii) محمد مراد۔ مناقب الحضرات، مخطوطہ انڈیا آفس لائبریری لندن، ایتھے ۶۵۲، ورق ۱۷۸ الف۔

۶۵ محمد ساقی مستعد خان، مآثر عالمگیری۔ مطبوعہ کلکتہ ۱۸۷۰، ص ۸۴ ۶۶ ایضاً، ص ۸۴

۶۷ مکتوبات خواجہ محمد معصوم (اردو ترجمہ) مطبوعہ لکھنؤ ۱۹۶۰، مکتوب ۲۲۰، ص ۲۸۱-۲۸۰

۶۸ محمد ساقی، مآثر عالمگیری، ص ۷۸

۶۹ ایضاً، ص ۲۷۶ ۷۰ ایضاً، ص ۳۱۲

۷۱ کمال الدین محمد احسان، روضۃ القیومیہ، رکن دوم، مطبوعہ لاہور ۱۳۳۵ھ، ص ۱۰۷ ۷۲ ایضاً

۷۳ (i) وکیل احمد، ہدیۂ مجددیہ، مطبوعہ دہلی ۱۳۰۹ھ، ص ۳۲۲ (ii) مفتی غلام سرور، خزینۃ الاصفیاء، جلد اول ص ۶۴۶ (iii) سید امام الدین، برکات الاولیاء، مطبوعہ دہلی ۱۳۲۲ھ، ص ۱۲۲

۷۴ مکتوبات حضرت خواجہ محمد معصوم (فارسی)، مطبوعہ کانپور ۱۸۸۷، مکاتیب نمبر ۲۲، ۶۰، ۸۹، ۱۷۷، ۱۷۸، ۲۲۸، ۷۵ ایضاً مکتوب نمبر ۲۲ ۷۶ ایضاً مکتوب نمبر ۲۲۸ ۷۷ ایضاً مکتوب نمبر ۱۷۸ ۷۸ ایضاً مکتوب نمبر ۱۷۷

۷۹ مفتی غلام سرور، خزینۃ الاصفیاء، جلد اول، ص ۶۴۰

۸۰ محمد اعظم، تاریخ کشمیر اعظمی، مطبوعہ سری نگر ۱۸۸۶، ص ۱۴۳

۸۱ محمد مراد، مناقب الحضرات، ورق ۱۷۸ الف ۸۲ ایضاً

۸۳ رحمٰن علی، تذکرہ علمائے ہند، مطبوعہ لکھنؤ ۱۸۹۴، ص ۲۱۲

۸۴ شیخ محمد بقا، مرأت العالم، ورق ۵۴۵ ب۔

۸۵ مفتی غلام سرور، خزینۃ الاصفیاء، جلد اول، ص ۶۴۰

۸۶ مکتوبات خواجہ محمد معصوم (اردو) مکتوب نمبر ۴۶، ص ۲۲۷

۸۷ مکتوبات خواجہ محمد معصوم (فارسی) مکتوب نمبر ۶۴، ص ۱۱۳

۵۳۸ کمال الدین محمد احسان، روضۃ القیومیہ، رکن دوم، ص ۱۰۷

۵۳۹ خزینۃ الاصفیاء، جلد اول، ص ۶۴۰

۵۴۰ مکتوبات خواجہ محمد معصوم، (فارسی) مکتوب نمبر ۶۴، ص ۱۱۳ ۵۴۱ ایضاً

۵۴۲ عنایت خاں، عنایت نامہ، مخطوطہ برٹش میوزیم لندن، اورینٹل ۱۴۱۰۔ ورق ۲۶ الف تا ۲۷ الف ۔

۵۴۳ محمد کاظم، عالمگیر نامہ، ص ۸۴

۵۴۴ بھیم سین، نسخہ دلکشا، قلمی نسخہ برٹش میوزیم لندن، اورینٹل ۲۳، ورق ۶ الف تا ۷ ب ۔

۵۴۵ محمد ہاشم کشمی، زبدۃ المقامات، مطبوعہ لاہور، ص ۳۱۹

۵۴۶ المعارف، بابت ماہ مئی، ملاحظہ ہو راقم الحروف کا مضمون بعنوان خواجہ محمد ہاشم کشمی ۔

۵۴۷ "این چہار غزل راکہ در اول بیت ہماں حرف آخر است در ردیف شکلی باشارہ شاہزادہائے عالی مرتبہ در نظم نظم نمودہ ام" (المعارف، بابت مئی ۱۹۶۸، ص ۳۵)

۵۴۸ امام الدین، برکات اولیا، مطبوعہ دہلی ۱۳۲۲ھ، ص ۱۳۸

۵۴۹ یوسف حسین، گلمپسز آف دی مڈیول انڈین کلچر، ص ۶۰-۵۹

۵۵۰ منوچی، سٹوریا ڈو موگر، مطبوعہ لندن ۱۹۰۷، ص ۲۳۰

۵۵۱ مناقب الحضرات، مرتبہ محمد مراد، ورق ۲۰۲ الف

۵۵۲ محمد شفیع، مرأت واردات، قلمی نسخہ برٹش میوزیم لندن، ایڈیشنل ۶۵۷۹ ۔ ورق ۸۶ ب ۔

۵۵۳ محمد مراد، مناقب الحضرات، ورق ۷۳ الف

۵۵۴ شاہ نواز خاں، مآثر الامراء، مطبوعہ کلکتہ ۱۸۸۸-۹۰، جلد سوم، ص ۱۲۰، ۵۵۵ ایضاً، ص ۱۲۱،

۵۵۶ ایضاً، ص ۱۲۲ ۵۵۷ ایضاً، جلد اول، ص ۲۳۵

۵۵۸ ڈاکٹر پی سرن، دی پراونشل گورنمنٹ آف دی مغلز، مطبوعہ الہ آباد ۱۹۴۱، ص ۳۴۵

۵۵۹ مآثر الامراء، جلد اول، ص ۲۳۶ ۵۶۰ محمد بقا، مرأت جہاں نما، مخطوطہ برٹش میوزیم لندن، اورینٹل ۱۹۹۸، ورق ۴۴۲ الف ۵۶۱ ایم۔ ایل رائے چودھری، دی سٹیٹ اینڈ ریلیجن ان مغل انڈیا، مطبوعہ کلکتہ ۱۹۵۱، ص ۲۱۹

۵۶۲ فاروقی، اورنگ زیب اینڈ ہز ٹائمز، ص ۵۶۴

۵۶۳ مکتوبات خواجہ محمد معصوم (اردو) مکاتیب نمبر ۶، ۲۴، ۲۲۱، ۲۲۷ ۵۶۴ ایضاً مکتوب نمبر ۲۲۷، ص ۶-۲۸۵